مولانا جہانگیر حقانی
فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مسلمان کی تعریف اور تکفیر کی حرمت

پاکستان میں جب بھی ہم فرقہ واریت کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ مسلمان کی متفقہ تعریف کیا ہے ؟ کون مسلمان ہے؟ اور کون نہیں؟ اس مسئلے کا بہترین حل آئین پاکستان ہے جس میں مسلمان کی تعریف پر تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور سیاسی قائدین کا اتفاق رہا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے سب سے پہلے پارلیمنٹ میں مسلمان کی تعریف پیش کی۔ جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء ومشائخ سمیت ارکان پارلیمنٹ نے اتفاق کیا۔

آئین پاکستان کی دفعہ کے مطابق مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جواللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدت وتوحید، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، کے خاتم النبین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم نہیں کرتا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو یا دعویٰ کیا ہو۔ اور غیر مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص، یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہیں۔ مسلمان کی اس تعریف پر تمام مسالک کے اکابرین علماء متفق ہیں اور آئین پاکستان پر ان کے دستخط موجود ہیں۔

☆ 1952ء کی متحدہ علماء کمیٹی، متحدہ مجلس عمل، ملی یکجہتی کونسل، اتحاد تنظیمات مدارس اور دیگر اتحاد میں تمام مسالک کے اکابرین ہمیشہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے۔

☆ مسلمانوں کے یہ فرقے اسلام کے بنیادی اعتقادات جیسے توحید و رسالت، وحی، آسمانی کتابوں کے نزول، آخرت، ملائکہ کے وجود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت، تقدیر اور بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔

کلمہ گو کو کافر قرار دینے کی ممانعت

☆ جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا اسے کافر کہنا کسی طرح درست نہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی بھائی کو کہا کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہوگیا۔(صحیح مسلم : ٦٠)

☆ حدیث شریف میں ارشاد ہے: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا، تو ان میں سے ایک نے کفر کیا۔ اگر دوسرا شخص کافر ہے تو اس کے ساتھی نے درست بات کہی، اور اگر وہ ایسا نہ تھا جیسا اس نے کہا (یعنی اگر وہ کافر نہ تھا) تو کافر کہنے والا کفر کیساتھ لوٹا (صحیح مسلم : ٢٠)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا، کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں (سنن ابی داود: کتاب الجهاد،باب الغزو مع ائمة الجور، ص ٣٥٠، ج ١، مکتبه حقانیه)

امام ابوحنیفہؒ اور مناظرہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔جو اپنے ساتھی کے لیے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے (فتاویٰ النوازل، ص:٨٦، امام ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراهیم سمرقندی،دار الکتب العلمیه،بیروت،لبنان)

علمائے امت نے صراحت کی ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی ایسا قول وفعل سرزد ہو جس میں ننانوے احتمالات کفر کے اور صرف ایک احتمال صحیح نکلتا ہو تو حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس ایک صحیح احتمال کی بنیاد پر اسے مسلمان کہا جائے گا اور اس پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جائے گا۔

علمائے کرام اس بات میں تو علمی طور پر اختلاف کرتے ہیں کہ کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مگر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو محض اس کے کفر کی وجہ سے قتل کرنے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

کسی نظریہ یا عقیدہ کی تکفیر کرنا ایک الگ معاملہ ہے اور کسی شخص یا گروہ کو کافر قرار دینا ایک الگ مسئلہ ہے۔علمائے دین کلماتِ کفر کو کفر قرار دے سکتے ہیں مگر کسی شخص نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں اس کا

فیصلہ قاضی یا عدالت کرے گی۔

فقہی اختلاف تکفیر کا باعث نہیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فقہی اختلافات تکفیر کا باعث نہیں بنے اور کسی نے فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر نہیں کہا، مثلاً نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلافات وغیرہ۔ مسالک کے درمیان بعض اوقات قرآن وحدیث کی تاویل وتفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک مسلک نے قرآن وحدیث سے ایک طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کررہے ہیں، جبکہ دوسرے مسلک نے دوسری طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کررہے ہیں۔ اس میں جتنی ہم آہنگی ہوسکتی ہے وہ اچھی ہے اور جہاں نہیں ہوسکتی وہاں اپنے نقطہ نظر پر عمل کرنا ہی مناسب ہے۔ اختلاف میں کوئی حرج نہیں لیکن تناؤ، قتل وغارت اور تشدد کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

علمی اختلاف رحمت ہے

وہ اختلاف جس کی نوعیت علمی وتحقیقی ہے وہ برا نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے، یہ اختلاف بلاشبہ باقی رہنا چاہیے کہ زندگی کی علامت اور علم واستدلال کے لیے مہمیز ہے، لیکن ایسا اختلاف جس کی عمارت دوسرے سے نفرت، اسے باطل، بدعتی اور کافر وگستاخ قرار دینے جیسی خطرناک بنیادوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ یہ باعثِ رحمت اختلاف کو بھی زحمت اور عذاب میں بدل دیتا ہے۔

فقہی اور فروعی اختلافات فتنہ وفساد کا باعث نہ بنیں

یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں: اہل علم وسعت اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک ہی چیز کو ایک عالم اور مفتی حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، اس لئے نہ تو پہلا دوسرے کو برا کہتا ہے اور نہ ہی دوسرا پہلے کو۔ (سیر اعلام النبلاء ۵/۴۷۴۔۴۷۴) تحقیق : شعیب الاَرنووَط، طبع دوم الرسالة

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یہ جو کچھ ہے ایک رائے ہے جس پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ کسی (دوسرے مجتہد) پر اسے قبول کرنا لازمی ہے، جسکے پاس اس سے بہتر کوئی بات ہو اور وہ لے آئے (یعنی ہم اسے بخوشی قبول کرلیں گے) (الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء مالك والشافعی و اَبی حنیفه للحافظ ابن عبد البر (ت ۴۶۳ھ، ص ۱۴۰، دار الکتب العلمیه بیروت)

تاریخ کی تعبیر اور موجودہ مسالک

صدر اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کے معاملے کا فیصلہ جس طرح سے ہوا، اس پر مختلف مسالک کے پاس کیا دلائل ہیں اور کن دلائل میں کتنا وزن ہے، اس سے قطعِ نظر ہمیں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ یہ معاملات اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور تاریخ کے واقعات کو ہم اکیلے کیا باہم اتفاق رائے سے بھی نہیں بدل سکتے۔

دین اسلام میں کوئی جبر نہیں

اسلام میں مذہبی منافرت اور انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی روش کی مذمت کرتی ہیں۔ دین اسلام کے اندر کسی قسم کا جبر، تنگی اور سختی نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرة:۲۵۵)

دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔

ہر انسان کو زندگی کا راستہ و طریق منتخب کرنے میں کلی طور پر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ جبر و زیادتی سے اپنا راستہ اور طریق زندگی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس:۹۹)

اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ لوگوں کو مومن بنا دے تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

قرآن حکیم میں ایک مقام پر رسول کریم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف:۲۹)

اور فرما دیجئے کہ یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔

اسلام دین میں شدت اختیار کرنے سے منع کرتا ہے؛ فرمایا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدة:۷۷)

کہہ دو اے کتاب والو، اپنے دین میں ناحق شدت اختیار نہ کرو۔ اور ایسے پہلے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے دوسروں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔